جناب محمد امجد تھانوی صاحب
ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، کراچی یونیورسٹی

عرب دورِ جاہلیت ؟...... ایک تحقیقی جائزہ

دنیا کے ارتقائے مذہبی کے مطالعے کے غرض سے اگر کسی خاص قوم کے ذہنی ارتقاء کا مطالعہ اس نقطہ نگاہ سے کیا جائے کہ اس کی حیثیت تمام انسانوں کے نمائندہ کی ہے اور اس کے مذہبی تخیلات نوع انسانی کے بہت بڑے طبقے کے تخیلات کا آئینہ ہیں تو یقیناً اس مقصد کیلئے سامی اقوام ہی کو منتخب کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے سامی اقوام کا مسکن اول جزیرہ نما عرب ہے۔ (۱)

ملک عرب کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ گویا دنیا کے ذہنی واعتقادی ارتقاء کے مطالعہ کے مترادف ہوگا۔ اس حقیقت کے پیش نظر ادیان عالم کی عہد بعہد کی تاریخ کو سمجھنا اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب عرب قبل اسلام کی مذہبی حالت کو ذہن نشین کر لیا جائے اور یوں اس عہد کا مطالعہ ادیان مقامی نوعیت اور محدود افادیت کے بجائے بین الاقوامی نوعیت اور وسیع افادیت کا حامل ہے۔

عرب قبل اسلام کو "دور جاہلیت" کہا جاتا ہے۔ اس دور کے دو حصے ہیں۔ "جاہلیت اولیٰ" جو عرب بائدہ اور عرب عاربہ ومستعربہ کے حالات پر مشتمل ہے اور ظہور اسلام سے چند صدیاں قبل اس کا اختتام ہوا۔ دوسرا حصہ "جاہلیت ثانیہ" کہلاتا ہے جو فتح مکہ پر ختم ہوا۔ (۲)۔

جاہلیت کی لغوی تعریف : جہل، جہالت اور جاہلیت کے لغوی معنی، بیوقوفی، سفاہت، حماقت، نادانی اور ظلم کے ہیں۔ مشہور جاہلی شاعر عمرو بن کلثوم ثعلبی کہتا ہے۔ الا لا یجھلن احد علینا فنجھل فوق الجھل الجاھلینا (۳)۔

جاہلیت کی اصطلاحی تعریفات : دراصل اصطلاع میں "جاہلیت" سے مراد ایک ایسا دور ہے جس میں کسی ملک میں کوئی شریعت، کوئی صاحب وحی نبی اور کوئی الہامی کتاب نہ ہو۔ درحقیقت عرب کا دور جاہلیت دو نبیوں کا "درمیانی زمانہ" یا "دور فترت" ہے یہ زمانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا درمیانی زمانہ ہے۔ جس میں کوئی

شریعت عرب میں باقی نہ رہی تھی۔ حضرت موسیٰ وعیسی علیہم السلام کی دعوات مقامی نوعیت کی تھیں اور یہ نبی صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے لہذا ان کی تعلیمات سرزمین عرب کے لئے نہ تھیں۔ عرب ثقافت و تہذیب کے میدان میں دیگر اقوام سے پیچھے نہ تھے وہ زیر نظر عہد جاہلیت میں اپنے تہذیبی تنوع کے لئے بھی ممتاز تھے۔ تمام جزیرہ نما مذاہب عالم کے حق میں ایک عالم اصغر تھا جس میں دنیا کے تمام طریقہ ہائے عبادت مختلف شکلوں میں موجود تھیں۔ (۴)۔

امام ابن تیمیہ کی رائے : ناصر بن عبدالکریم اپنے پی ایچ ڈی مقالہ میں ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں لفظ "الجاھلیة" ایک کیفیت کا نام ہے اسی مناسبت سے "طائفة جاھلیة" "سنة جاھلیة" اور "شاعر جاھلی" کے الفاظ سے عدم علم اور عدم اتباع علم مراد ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص صحیح بات کو نہیں جانتا تو اسے جاہل کہا جاتا ہے بمعنی جہل بسیط اور اگر نہ جاننے کے باوجود جاننے کا دعویٰ ہو تو اس جہل کو جہل مرکب کہا جاتا ہے اسی طرح کوئی عالم جان بوجھ کر حق کے خلاف کوئی بات کہے تو اسے بھی جاہل کہا جاتا ہے۔ (۵)

محمود شکری آلوسی اور دیگر اہل علم کی آراء : جاہلیت سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں جاہلوں کی کثرت تھی اور یہ اسلام سے پہلے کا زمانہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جاہلیت کا زمانہ "فترت" کا زمانہ ہے یعنی وہ زمانہ جو دو رسولوں کے درمیان تھا۔ کبھی اس کا اطلاق مطلق زمانہ کفر پر ہوتا ہے کبھی فتح (مکہ) سے پہلے کے زمانے پر اور کبھی اس زمانے پر جو ولادت نبوی ﷺ اور بعث کے درمیان ہے۔ (٦)

ابن خالویہ (۷) سے مروی ہے کہ یہ لفظ ایسا نام ہے جو بعہد اسلام وجود میں آیا اور اس سے بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کا زمانہ مراد لیا جاتا ہے۔ عسقلانی (۸) بخاری کی شرح میں کہتے ہیں۔ جاہلیت سے بالعموم یہی مراد لی جاتی ہے اور قرآن کی یہ آیت انہی معنوں کی حامل ہے۔

يظنون بالله غير الحق ظن الجاهلية (۹)

"یہ لوگ عہد جاہلیت کے خیالات کی طرح اللہ کے متعلق غلط قسم کے خیالات رکھتے ہیں" اسکے بعد محمود شکری کہتے ہیں نووی (۱۰) کا مسلم کی شرح میں متعدد مقامات پر حتمی طور پر یہ کہنا کہ جہاں کہیں بھی یہ لفظ آئے اس سے یہی مراد لی جاتی ہے غور طلب ہے کیونکہ لفظ جاہلیت کا اطلاق گذشتہ

زمانے پر ہوتا ہے اور مراد ما قبل اسلام کا زمانہ لیا جاتا ہے اور اسکا آخری زمانہ فتح مکہ لیا جاتا ہے (۱۱)۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ جاہلیت کا لفظ کبھی تو حالت جاہلیت کے نام کے طور پر بولا جاتا ہے اور کتاب وسنت میں بالعموم یہی معنی مراد لئے جاتے ہیں اور کبھی ذوالحال (یعنی وہ شخص یا لوگ جو اس حالت میں ہوں) مراد لی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا حضرت ابوذرؓ کو فرمانا "انک امر وفیک جاهلية" (تجھ میں جاہلیت کی حالت پائی جاتی ہے)۔ اور حضرت عمرؓ کا فرمانا، میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات اعتکاف میں بیٹھوں گا اور حضرت عائشہؓ کا فرمانا جاہلیت میں نکاح چار قسم کا تھا۔ اور صحابہ کا یہ کہنا "یارسول اللہ ہم جاہلیت اور شر میں تھے"۔ یعنی جاہلیت کی حالت یا طریقے یا عادت وغیرہ میں تھے۔ یہ سب پہلے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ کیونکہ جاہلیت اگرچہ در حقیقت صفت ہے مگر کثرت استعمال کی وجہ سے یہ اسم بن گیا ہے مگر اس کے معنی مصدری معنی کے قریب ہیں۔ دوسرے معنی میں (یعنی ذوالحال کے معنوں میں) طائفة جاهلية اور یہ نسبت ہے جہل کی طرف کی طرف جس کے معنی علم نہ ہونے کے یا علم کا اتباع نہ کرنے کے ہیں (۱۲) چنانچہ جو شخص حق بات کو نہ جانتا ہو اس شخص میں جہل بسیط پایا گیا اور اگر حق کے خلاف عقیدہ رکھے تو اس کا جہل، جہل مرکب ہے اور اگر حق بات کو جانتے ہوئے یا نہ جانتے ہوئے حق کے خلاف کہے تو وہ بھی جاہل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : "واذاخاطبهم الجاهلون قالو اسلاما"

(جب ہٹ دھرم لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو یہ انہیں (اس کے جواب میں) سلام کہتے ہیں)

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : "اذاكان احدكم صائمافلايرفث ولا يجهل" (جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے ہوئے ہو تو اسے نہ تو کوئی گندی بات کہنی چاہئیے نہ اکھڑ پنے کی)۔ انہی معنوں میں عمرو بن کلثوم اپنے قصیدے میں کہتا ہے۔ "الا لا يجهلن احدعلينا فنجهل فوق جهل الجاهلينا" "خبردار! کوئی ہمیں اکھڑ دکھائے ورنہ پھر ہم ان سے بڑھ کر اکھڑ پنا دکھائیں گے" ان معنوں میں یہ لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ (۱۴)۔ اسیطرح جو شخص حق کے خلاف عمل کرے وہ بھی جاہل ہے خواہ اسے علم ہی کیوں نہ ہو کہ یہ حق کے خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : "انما التوبة على الله للذين يعلمون السوء بجهالته ثم يتوبون من قريب" اللہ تعالیٰ تو صرف

ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت سے بُرا فعل کر بیٹھیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی توبہ کر لیں" اصحاب محمد ﷺ فرماتے ہیں ہر وہ شخص جو بُرا فعل کرے جاہل ہے خواہ اسے اس بات کا علم ہی کیوں نہ ہو کہ وہ فعل حق کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی علم جو دل میں راسخ ہو چکا ہو اس کے ہوتے ہوئے ناممکن ہے کہ کسی انسان سے کوئی ایسا قول یا فعل صادر ہو جو اس علم کے خلاف ہو، لہذا جب حق کے خلاف بات صادر ہوئی تو وہاں یقیناً دل کی غفلت پائی گئی یا حق کے مخالف امر کا مقابلہ نہ کرنے کیوجہ سے دل کی کمزوری پائی گئی اور یہ تمام حالات حقیقت علم کے منافی ہیں لہذا اس اعتبار سے جہل قرار پائے۔ یہیں سے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اعمال ایمان میں مجازاً نہیں بلکہ حقیقتاً شامل ہیں، اگرچہ ہر وہ شخص جو اعمال ترک کر دے نہ کافر کہلا سکتا اور نہ اصل ایمان کے نام سے خارج ہے۔ یہی حال عقل اور اسی قسم کے دوسرے ناموں کا ہے اسی لیئے تو اللہ تعالیٰ ان حالات والوں کو مردے، اندھے، گونگے، بہرے گمراہ اور جاہل کا نام دیتے ہیں اور ان کی تعریف میں لایعقلون اور لایسمعون جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور مومنین کی صفت میں اولوالباب، اولوالنھی، انھم مھتدون۔ (یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں)، ان لھم نورا (ان کیلئے نور ہے)، انھم یسمعون (یہ سنتے ہیں)، یعقلون (سمجھتے ہیں) قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو گویا وہ لوگ جو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے تھے جاہلیت کی حالت میں تھے، یعنی ایسا جہل جو جاہل کی طرف منسوب ہو کیونکہ جن اقوال وافعال کے وہ عادی بن چکے تھے انہیں ایجاد بھی کوئی جاہل ہی کر سکتا تھا اور ان پہ عمل پیرا بھی کوئی جاہل ہی ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ہر وہ چیز جو رسولوں کے آوردہ احکام کے خلاف ہو خواہ اس کا تعلق یہودیت سے خواہ نصرانیت سے، جاہلیت ہے۔ یہ تو عام جاہلیت تھی لیکن نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد مطلق جاہلیت کسی شہر میں ہو سکتی ہے اور کسی میں نہیں، مثلاً وہ علاقے جنہیں غیر اسلامی کہا جاتا ہے اسی طرح جاہلیت کسی شخص میں ہوتی ہے کسی میں نہیں مثال کے طور پر ایک شخص اسلام لانے سے پہلے جاہلیت میں ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ دارالاسلام میں مقیم ہوتا ہے۔ مطلق زمانے کے اعتبار سے محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی جاہلیت نہیں رہی کیونکہ آپ کی امت کے کچھ لوگ قیامت تک حق پر کاربند رہنے کے باعث

غالب رہیں گے۔ رہی مقید جاہلیت تو وہ بعض اسلامی ممالک میں بھی پائی جا سکتی ہے اور بہت سے مسلمان افراد میں بھی، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ارفع فی امتی من امر الجاهلية لايتر كونهن الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والا ستقاء بالنجوم-----

میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی پائی جاتی ہیں جنہیں وہ نہیں چھوڑتے، حسب ونسب پر فخر کرنا، اوروں کے نسب میں طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ ایک بار حضرت ابوذرؓ نے کسی شخص کو ان کی والدہ کے متعلق طعن کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

"انك امروء فيك جاهلية" (تو ایسا انسان ہے جس میں جاہلیت کی خصلت پائی جاتی ہے)۔ یہ سب باتیں جاہلیت کہلاتی ہیں، اگرچہ جاہلیت کا لفظ بالعموم عربوں کی قبل از اسلام کی حالت کیلئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت سے اعمال اور احکام میں اس سے بھی زیادہ جہالت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ (۱۶)۔

بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا "اگر تم عربوں کی جاہلیت کو معلوم کرنا چاہو تو سورۃ انعام کی ایک سو تیں سے اوپر کی آیات کو پڑھ کر دیکھ لو"۔

"قدخسرالذين قتلوا اولادهم سفهابغيرعلم وحرمواما رزقهم الله افتراء على الله قدضلوا وما كانوا مهتدين" (۱۷)۔ (جن لوگوں نے اپنی بیوقوفی کی وجہ سے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا اور اللہ کے رزق کو اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے حرام قرار دیا وہ لوگ خسارے میں ہیں۔ یقیناً یہ لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور ہدایت ان کے مقدر میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"وقرن فی بيوتكن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولى" (۱۸)

(گھروں کے اندر رہو اور پہلی سی جاہلیت کا سنگھار نہ کرو)

مدت جاہلیت کی تعین میں اختلاف: چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ جاہلیت اولیٰ اس زمانے میں تھی جس زمانے میں ابراہیمؑ کی پیدائش ہوئی۔ اس زمانے میں عورت موتیوں کی قمیض پہن کر راستے کے عین وسط میں چلتی اور اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتی تھی۔ حکم (۱۹) بن عینیہ کہتے ہیں جاہلیت اولیٰ آدم اور نوح علیہ السلام کے زمانے میں تھی اور یہ آٹھ سو سال کا عرصہ ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کے اخلاق برے بیان کیے جاتے ہیں۔ ابن عباس (۲۰) کہتے ہیں کہ نوحؑ اور

ادریسؑ کے درمیان کا زمانہ ہے۔ کلبی (۲۱) کہتے ہیں نوح اور ابراہیمؑ کے درمیان کا زمانہ ہے کہا جاتا ہے کہ عورت موتیوں کی قمیض پہنتی تھی جو دونوں جانب سے سلی ہوئی نہ ہوتی تھی، پتلے کپڑے پہنتی اور اپنے بدن کو ڈھانپا نہ کرتی تھی۔ ایک گروہ کہتا ہے جاہلیت اولیٰ موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان کا عہد۔ ابو العالیہ (۲۳) کہتا ہے یہ داؤد اور سلیمان علیہما اسلام کا زمانہ ہے اس زمانے میں عورت جو قمیض پہنتی اس کی دونوں طرفیں سلی ہوئی نہ ہوتی تھی اور عورتیں بدن کے اس حصے کو بھی ظاہر کردیا کرتیں جس کا ظاہر کرنا قبیح معلوم ہوتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ عورت (بیک وقت) اپنے خاوند اور اپنے یار کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ یار تہمد سے اوپر کا حصہ لے لیتا اور خاوند تہمد سے لے کر نیچے تک کا حصہ اور بعض اوقات دونوں ایک دوسرے سے اپنا اپنا حصہ بدل لینے کی بھی فرمائش کرتے۔ مجاہد (۲۴) کہتے ہیں عورتیں مردوں کے درمیان چلا پھرا کرتی تھیں۔ اسی کو قرآن نے "تبرج" سے تعبیر کیا ہے۔ ابن عطیہ (۲۵) کہتے ہیں محمود آلوسی کے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ نے اس جاہلیت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا زمانہ انہوں پایا لہذا انہیں اسی جاہلیت کے اخلاق سے علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا گیا اور یہ اخلاق وہ اخلاق تھے جو شریعت کے آنے سے پہلے کفار کا شعار تھے۔ کیونکہ ان میں کسی قسم کی غیرت نہ پائی جاتی تھی۔ عورتوں کے معاملے میں کسی قسم کا حجاب نہ تھا اور اس جاہلیت کو اولیٰ اس حالت کی نسبت سے کہا گیا جس پر وہ اس وقت یعنی بعید اسلام تھیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں کوئی اور جاہلیت بھی ہے۔ جاہلیت کا لفظ اسلام سے پہلے کی مدت کے لئے استعمال کیا گیا جیسا کہ واضح ہے (۲۶)۔ ڈاکٹر فاطمہ عبدالفتاح نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں اس سلسلہ میں متعدد آراء لکھی ہیں۔

۱۔ بعض نے شاعروں کی بنیاد پر زمانہ جاہلیت کا تعین کیا ہے۔

(ا) بزوغ شاعر کا عہد جو کہ جنگ بسوس بھی کہلاتا ہے اس کا زمانہ ہے ۴۹۴ تا ۵۳۴ عیسوی

(ب) ازدھار کا عہد جو کہ اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے ۵۳۲ تا ۶۲۲ عیسوی

۲۔ بعض کی رائے ہے یہ پانچویں چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ ہے۔ (۲۷)

۳۔ کراتسکوفسکی کی رائے ہے یہ ساتویں آٹھویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے اور امویوں کے دور

حکومت میں ۵۰۷ عیسوی پر ختم ہوتا ہے۔(۲۸)

۴۔ ڈاکٹر فاطمہ کی اپنی رائے یہ معلوم ہوتی ہے اسلام سے پہلے کے ایک سو سال زمانہ جاہلیت ہیں۔(۲۹)اور زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

دور جاہلیت کی غلط عکاسی : اکثر اہل قلم حضرات زمانہ جاہلیت کا تعارف کراتے ہوئے حد سے زیادہ مبالغہ آرائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ڈاکٹر فاطمہ عبدالفتاح لکھتی ہیں : اسی لئے جو لوگ اس لفظ "جاہلیت" کے اصطلاحی معنی سے ناواقف ہیں قبل از اسلام کے عرب کو ایک ایسی سرزمین سمجھتے ہیں جہاں تعقل، تفکر اور تدبر کا شائبہ بھی نہ تھا اور بقول حالی "عرب جس پہ تھا قرنوں سے جہل چھایا" یہ ملک دنیا کا غیر مہذب ترین ملک تھا اور یہ قوم دنیا کی بدترین اور پست ترین قوم تھی۔ حالانکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے کیونکہ ایک ایسی قوم کو احمق، نادان اور غیر مہذب سمجھنا یقیناً درست نہیں جس کے تاجروں نے یمن، تدمر، رقیم، حوران اور بصریٰ میں متمدن حکومتیں قائم کیں اور جس کے شعراء نے دنیا کے شعری ادب کو ایک ایسا گنجینہ بے بہا عطا کیا کہ جس کے سامنے قدیم یونان کے ادبی خزانے بھی بے قیمت اور بے قدر ہیں۔(۳۰)۔

ماحصل : دراصل دور جاہلیت کو عرب تک محدود رکھنا یا کسی خاص قوم کیلئے لفظ جاہل استعمال کرنا مناسب نہیں۔اصل جاہلیت حقیقت سے ناآشنائی ہے جو کسی بھی دور اور قوم میں موجود ہو سکتی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ غیر متمدن دور سے لیکر آج کے متمدن دور اور غیر متمدن و متمدن اقوام میں سے ہر قوم میں ایسے افراد موجود ہیں جو حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور یہی سب سے بڑی جہالت ہے جو عربوں میں بھی تھی۔ عجمیوں میں بھی اور آج بھی ہے۔

حواشی

(۱) ارض القران سید سلیمان ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ص : ۱۰۷، جلد ۱ (۲) تاریخ التمدن الاسلامی، جرجی زیدان مصر دار الهلال ج ۱، ص ۳۲ (۳) شرح المعلقات السبع، ابو عبداللہ زروزنی مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ، ص ۱۳۶ (۴) نقوش سیرت، ص ۱۸۲ (۵) التقلید والتبعیۃ واثرهما فی کیان الامۃ الاسلامیۃ، ناصر بن عبدالکریم الریاض، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیۃ الریاض سعودی عربیہ ۱۳۹۴ھ، ص ۷۹ (۶) بلوغ الارب محمود شکری، آلوسی مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۷ء، جلد نمبر ۱، ص : ۲۹ (۷) ابن خالویہ : الاستاد ابو عبداللہ الحسین بن احمد الہمدانی النحوی اللغوی، کچھ

عرصہ بغداد میں رہے پھر حلب چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی اور وہیں ۷۳۱ھ میں وفات پائی، سیف الدولہ کی مجلس میں ان کی متنبی سے نونک جھونک رہتی۔(۸) عسقلانی : شیخ الاسلام امیر المومنین فی الحدیث، حافظ العصر شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی المعروف بابن حجر، آل حجر ایک قوم ہے جو فارس کی زمین میں بلاد الجرید کے آخری حصے میں آباد ہے۔ان کی شرح کا نام فتح الباری میں ہے جو تیرہ جلدوں میں مصر میں چھپ چکی ہے۔(۹) سورۃ آل عمران : ۱۵۴(۱۰) شیخ الاسلام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی اور النوادی بھی بولتے ہیں، حافظ حدیث اور زاہد تھے، پیدائش ۶۳۱ھ اور وفات ۶۷۶ھ (۱۱) فتح الباری، ج ۷، ص ۱۱۲، مطبعۃ الکبریٰ المبریہ ۱۳۰۰ھ میں یہ عبارت یوں دی ہے : وضابط آخرہ غالب فتح مکہ۔(۱۲) بلوغ الارب بحوالہ بالا ج۱، ص : ۳۱(۱۳)سورۃ الفرقان :۲۶ (۱۴)بلوغ الرب، بحولہ بالا ج۱، ص : ۳۱ (۱۵) سورۃ النساء : ۱۷، (۱۶) بلوغ الرب حولہ بالا جلد۱، ص : ۳۲۔۱۳ (۱۷) سورہ (۱۸) الاحزاب ۳۳ (۱۹) حکم بن عینیہ ،اصل کتاب میں اسی طرح دیا ہے مگر درست نام حکم بن عتیبہ ہے۔الحکم بن عتیبہ (بمشاۃ مصغرا) الکندی الکوفی مشہور علماء میں سے تھے،انہوں نے ابوحنیفہ، عبدالرحمن بن ابی لیلی اور کئی ایک لوگوں سے روایت کی اور ان سے منصور، اعمش اور ابو عوانہ وغیرہ نے، عجلی کہتے ہیں یہ ثقہ اور ثبت تھے، صاحب سنت تھے، ۶۵ سال کی عمر میں ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔(۲۰)ابن عباس، عبداللہ بن ابن عم رسول ﷺ جرامت لقب ۶۸ھ میں وفات پائی۔ (۲۱) کلبی محمد بن السائب الکلبی الکوفی ابو صالح باذام سے روایت کی اور ان سے ابن مبارک وغیرہ نے ان کی بات کو صرف تفسیر میں پسند کیا گیا ہے۔ ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔(۲۲) ثعلب کتاب میں اسی طرح دیا ہے مگر بہتر ادلبی ہے۔ابو اسحق احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسر ، حافظ واعظ اور تفسیر کے سردار تھے۔ابن خلقان نے انہیں تفسیر میں یکتائی روزگار کہا ہے۔ تفسیر کبیر لکھی۔ان کی ایک اور تصنیف کتاب العرائس فی قصص الانبیاء ہے۔ثعلبی یا ثعالبی ان کا لقب ہے نسبت نہیں، ۴۲۷ھ میں وفات پائی، یاد رہے کہ اسی زمانے میں ایک اور ثعالبی بھی ہوئے ہیں جن کا نام ابو منصور عبدالملک بن محمد النیشاپوری الثعالبی ہے۔ یہ ادیب اور شاعر تھے یتیمۃ الدھر اور فقہ اللغۃ ان کی تصانیف ہیں۔ ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔ (۲۳) ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی ابوالعالیۃ البصری امام اور مخضرم ہیں۔انہوں نے حضرت عمر کے پیچھے نماز پڑھی، ماوراء النہر میں سب سے پہلے انہوں نے اذان دی، ۹۰ھ میں وفات پائی۔(۲۴) مجاہد بن جبر المکی، ابن عباس کے خاص شاگرد اور تفسیر کے بڑے عالم تھے۔اسی سال سے اوپر عمر پاکر ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔(۲۵) ابن عطیہ ان کا کہیں پتہ نہ چل سکا غالباً درست ابن علیہ ہے۔ اسمٰعیل بن ابراہیم الاسدی القرشی، علیہ ان کی والدہ کا نام ہے۔حافظ ثقہ، ثبت اور امام تھے۔ شعبہ نے انہیں "ریحانۃ الفقہا" کہا ہے۔ ولادت ۱۱۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ (۲۶) بلوغ الرب بحوالہ بالا جلد۱، ص : ۳۶۔۳۷ (۲۷) الحیاۃ الاجتماعۃ فی الشعر الجاھلی، الدکتور فاطمہ عبدالفتاح بیروت دارالفکر ۱۹۹۱ء ص : ۸(۲۸) دراسات فی تاریخ الادب العربی، ص : ۴ (۲۹) الحیاۃ الاجتماعیۃ فی الشعر الجاھلی، بحوالہ بالا ص ۹ (۳۰) ایضاً ص : ۵۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆